ادبیات

غزل

جناب فضا ابن فیضی

یوں آتشِ ہوس کو دلوں میں ہوا نہ دے
اک دن یہ آگ تیرے ہی گھر کو جلا نہ دے

ڈرتا ہوں سانس لیتے ہوئے اس خیال سے
یہ سیلِ تند جسم کی دیوار ڈھا نہ دے

کچھ اور ہو نہ جائیں جنوں والے بے لباس
عریانیِ جنوں کو خرد کی قبا نہ دے

ایک ایک حرف مصلحتوں کی زبان ہے
یہ چیز آبروئے سخن کو گھٹا نہ دے

ہر جسم نخلِ دار ہے ہر سانس دستِ سنگ
جینا یہی ہے اب تو مجھے یہ سزا نہ دے

کیا پیچھے مڑ کے دیکھوں کہ وہ رُت گزر گئی
اب اتنی دور جا کے مجھے تو صدا نہ دے

صدیاں گزار دی ہیں اسی شہرِ سنگ میں
دل کی جراحتوں کا مجھے واسطہ نہ دے

بس دو قدم ہے حرف و قلم سے صلیب تک
یہ فاصلہ بھی تیری سیاست مٹا نہ دے

کانٹوں کی داستاں ہوں مجھے کوئی خوش مزاج
تیرے لبوں پہ بوسے کی صورت سجا نہ دے

خاکسترِ حیات ہوں، دامن میں باندھ لے
پیارے تو مجھ کو شعلہ سمجھ کر ہوا نہ دے

آزاد ہے بصیرتِ شاعر مگر فضاؔ
کیا بوئے گل کرے جو صبا راستہ نہ دے